Fikr-o-Nasar (Islamabad) 45:2 (2007)

فکر و نظر............ اسلام آباد　　جلد: ۴۵　　شمارہ: ۲

رؤیت ہلال میں اختلاف اور مسلم معاشرے پر اس کے اثرات

ڈاکٹر محمد طاہر حکیم*

ملک کے بعض حصوں میں خاص کر شمالی حصے میں رمضان اور عید کے موقع پر بعض علماء مقامی رؤیت ہلال کمیٹی بنا کر رمضان یا عید کے چاند کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لیے جمع ہو جاتے ہیں، اور مقامی لوگوں کی شہادتوں کا سماع کر کے اپنے علاقوں میں ان شہادتوں کی بناء پر رمضان یا عید ہونے کا اعلان کر دیتے ہیں اور عام طور پر یہ اعلان مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے اعلان سے ایک روز پہلے ہوتا ہے، جس سے ملک میں دو عیدیں بلکہ کبھی کبھی تین عیدیں ہوتی ہیں جس سے خلفشار و انتشار پیدا ہوتا ہے اور قومی وحدت کو نقصان پہنچتا ہے۔

مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی اور مقامی کمیٹیوں کے درمیان ثبوت رؤیت ہلال کے حوالے سے اختلاف کے اسباب کیا ہیں اور اس کے ملک و قوم پر مضر اثرات کیا ہیں، زیرِنظر مقالہ اس پر بحث کی جائے گی، لیکن اس سے پہلے یہ بیان کرنا چونکہ ضروری ہے کہ شرعی طور پر رؤیت ہلال ثابت کیسے ہوتی ہے، اس لیے پہلے ہم ثبوتِ ہلال کی صورتوں کو زیرِ بحث لائیں گے۔

ثبوت ہلال کی صورتیں

۱۔ ہلال اپنی آنکھوں سے دیکھنا یعنی ہلال دیکھنے والا اسے دیکھنے کی خود گواہی دے، حدیث شریف میں ہے:

> "**لا تصوموا حتی تروا الهلال ولا تفطروا حتی تروه**" (۱)
>
> (روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب تک چاند دیکھ نہ لو اور عید کے لیے افطار اس وقت تک نہ کرو جب تک چاند دیکھ نہ لو)

۲۔ کسی کی شہادت پر شہادت دینا یعنی جس شخص نے ہلال دیکھا ہے وہ کسی معقول عذر کی وجہ سے مجلس قاضی میں حاضری سے معذور ہے تو وہ دو گواہ اس پر بنائے کہ اس نے ہلال دیکھا ہے اور یہ دو گواہ اس بات کے گواہ بن کر مجلس قاضی میں اس کی گواہی پہنچا دیں، جب قاضی کے سامنے یہ دو آدمی ہلال دیکھنے والے کی شہادت پر شہادت دیں گے تو ان دونوں کی شہادت اس ایک آدمی کی

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر و صدر شعبہ اسلامک لاء، فیکلٹی آف شریعہ اینڈ لاء بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad.　http://iri.iiu.edu.pk/

شہادت کے قائم مقام تصور ہوگی اور کسی کی شہادت پر شہادت دینا جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے۔(۲)

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ گواہ نہ خود چاند دیکھنا بیان کریں نہ کسی دیکھنے والے کی گواہی پر گواہی دیں بلکہ اس بات کی شہادت دیں کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی کے سامنے شہادت پیش ہوئی۔ قاضی نے اس کا اعتبار کر کے شہر میں رمضان یا عید کا اعلان کر دیا تو یہ شہادت علی القضاء کہلائے گی کہ قاضی کے فیصلے پر گواہی دی جا رہی ہے۔(۳)

۴۔ استفاضہ خبر: یعنی ہلال کے بارے میں خبر اتنی عام اور مشہور و متواتر ہو جائے کہ اس کے بیان کرنے والے مجموعہ پر یہ گمان نہ ہو سکے کہ انہوں نے جھوٹ بولا ہے۔ شرط یہ ہے کہ مختلف اطراف سے مختلف آدمی یہ بیان کریں کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے یا یہ کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی نے چاند دیکھنے کی شہادت قبول کر کے چاند ہونے کا فیصلہ کیا ہے یا موجودہ جدید آلات کے ذریعہ مختلف جگہوں سے مختلف لوگوں کے یہ بیانات موصول ہوں کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے یا ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی نے شہادت سن کر چاند ہونے کا فیصلہ کیا ہے، جب ایسا بیان دینے والوں کی تعداد اتنی کثیر ہو جائے کہ عقلاً ان کے جھوٹ ہونے کا احتمال نہ رہے تو ایسی خبر مستفیض پر روزہ اور عید دونوں میں عمل جائز ہے۔ اس میں نہ شہادت شرط ہے نہ شرائط شہادت ضروری ہیں۔ یاد رہے کہ کسی ایک ریڈیو سے بہت سے شہروں کی خبریں سن لینا استفاضہ خبر کے لیے کافی نہیں بلکہ استفاضہ خبر تب سمجھا جائے گا جب دس بیس جگہوں کے ریڈیو وغیرہ اپنے اپنے مقامات کے قاضیوں یا ہلال کمیٹی کا فیصلہ نشر کریں یا مثلاً چار پانچ جگہ کے ریڈیو اور دس بیس جگہ کے ٹیلیفون اور ٹیلیگرام ایسے لوگوں کے پہنچیں جنہوں نے خود چاند دیکھا ہے یا اس جگہ کے قاضی کا فیصلہ بیان کریں تو اس طرح یہ خبر مستفیض ہو جاتی ہے اور جس شہر میں ایسی خبریں پہنچیں وہاں کے قاضی یا ہلال کمیٹی کو اس کا اعتبار کر کے رمضان یا عید کا اعلان کر دینا چاہیے۔(۴)

۵۔ اگر اوپر والی تمام صورتیں میسر نہ آسکیں تو پھر تیس دن پورے کیے جائیں، حدیث شریف میں ہے:

"فان غُمّ علیکم فاکملوا العدة ثلاثین" (۵)

(یعنی اگر چاند تم پر مستور ہو جائے تو تیس دن پورے کرو)

رؤیت ہلال اور اسباب اختلاف

آ یئے اب دیکھتے ہیں کہ مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی اور مقامی رؤیت ہلال کمیٹیوں کے درمیان رؤیت ہلال کے حوالے سے اختلاف کے اسباب کیا ہیں، اس اختلاف کے تین بڑے اسباب یا وجوہ ہیں:

پہلا سبب

اس اختلاف کا پہلا سبب علاقے میں مرکزی یا صوبائی رؤیت ہلال کمیٹی کے علاوہ کئی مقامی رؤیت ہلال کمیٹیوں کا قیام ہے مثلاً ایک کمیٹی پشاور میں ہے، ایک چارسدہ میں، ایک مردان میں وغیرہ وغیرہ، بلکہ ایک ایک شہر میں کئی کئی کمیٹیاں ہیں اور ہر کمیٹی اپنی طرف سے رؤیت ہلال کا اہتمام کرتی ہے اور کئی بار رؤیت کے حوالے سے ان میں اختلاف ہوتا ہے اور چونکہ ان کمیٹیوں کو کسی نے مقرر نہیں کیا ہوتا لہٰذا ان کے اختلاف کو محدود کرنا یا کسی ایک کی رائے کو دوسرے کی رائے پر ترجیح دینا ممکن نہیں ہوتا جس سے ایک ہی شہر میں دو یا اس سے زیادہ عیدیں ہوتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی موجود ہے جسے حکومت نے سرکاری طور پر مقرر کیا ہے اور اس میں اہل علم و ماہر فلکیات موجود ہیں اور لازم تو یہ تھا کہ یہ مختلف مقامی کمیٹیاں اپنے اپنے علیحدہ اجتماعات کی بجائے مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کی معاونت کرتیں تاکہ اس کے فیصلوں کو پختگی حاصل ہو اور اختلاف و افتراق سے بچا جا سکے لیکن ایسا نہیں ہو رہا بلکہ ان مقامی کمیٹیوں کی وجہ سے تشتت، فرقہ واریت اور اختلاف بڑھ رہا ہے جس سے عوام میں بے چینی اور اہل علم و اہل دین کے بارے میں سوء ظن کی فضاء پیدا ہو رہی ہے۔

دوسرا سبب

رؤیت ہلال میں اختلاف کے حوالے سے دوسرا سبب اختلافِ مطالع کا ہے، مطلع کے معنی (چاند کے) طلوع ہونے کی جگہ کے ہیں، اِس طرح اختلاف مطلع کا مطلب یہ ہوا کہ دنیا کے مختلف خطوں میں ہلال کے طلوع ہونے اور نظر آنے کی جگہ الگ الگ ہوا کرتی ہے لہٰذا عین ممکن ہے کہ ایک جگہ ہلال نمودار ہو اور دوسری جگہ نہ ہو، ایک جگہ ایک دن نظر آئے اور دوسری جگہ دوسرے دن۔

تو اگر ایک جگہ لوگوں نے ہلال دیکھا اور پھر ان کی شہادت کسی دوسرے ملک میں جہاں ابھی ہلال دیکھنے کا وقت ہی نہیں ہوا، اگر پورے شرعی قواعد و ضوابط کے ساتھ پہنچ جائے تو کیا اس کا اعتبار

اُس ملک کے لیے بھی کیا جائے گا یا نہیں؟ اس مسئلہ میں فقہاء اُمت کے تین اقوال ہیں:

۱۔ اختلاف مطالع کا کسی جگہ کسی حال میں اعتبار نہ کیا جائے۔

۲۔ اختلاف مطالع کا ہر جگہ ہر حال میں اعتبار کیا جائے۔

۳۔ بلاد بعیدۃ میں اعتبار کیا جائے اور قریبہ میں نہ کیا جائے۔

پہلا قول (اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کیا جائے)۔ یہاں تک کہ اہل مغرب کی رؤیت اہل مشرق کے لیے کافی ہے، یہ قول ائمۃ ثلاثہ ابوحنیفہ مالک و احمد بن حنبل کا ہے۔(٦)

علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں:

"فإذا رآہ أهل بلدة ولم يرأهل بلدة أخرىٰ وجب عليهم أن يصوموا برؤية اولئک...... ويلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب" (۷)

یعنی جب ایک علاقے یا ملک والے ہلال دیکھ لیں اور دوسرے علاقے والوں کو نظر نہ آئے تو ان پر (جن کو نظر نہیں آیا) روزہ رکھنا واجب ہوگیا...... یہاں تک کہ اہل مشرق کو اہل مغرب کی رؤیت پر روزہ رکھنا لازم ہے۔

امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں:

"و اِذا رأى الهلال أهل بلد لزم جميع البلاد الصوم" (۸)

یعنی جب ایک علاقہ کے لوگ ہلال (رمضان) دیکھ لیں تو سب علاقوں کے لوگوں پر روزہ لازم ہوگیا۔

اس قول کی دلیل حدیث: "**صوموا لرؤيته و افطروا لرؤيته**"(۹) ہے۔ (چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو)۔

آپ ﷺ کا یہ خطاب پوری امت کے لیے ہے اور ظاہر ہے کہ ہر فرد کا دیکھنا ضروری نہیں ہے بلکہ بعض کا دیکھ لینا کافی ہے، اس طرح ایک علاقے کے مسلمانوں کا ہلال دیکھ لینا دوسروں کے لیے کافی ہے۔

دوسرا قول امام شافعیؒ کا ہے، ان کے ہاں اختلاف مطالع کا اعتبار ہے۔(۱۰) اور ایک علاقے کی رؤیت دوسرے علاقوں کے لیے ہلال دیکھے جانے کی دلیل نہیں ہے۔ اس قول کی دلیل حدیثِ کریبؒ ہے وہ کہتے ہیں:

"رأيت الهلال بالشام ثم قدمت المدينة، فقال لى ابن عباس: متى رأيتم الهلال؟ قلت:

ليلة الجمعة، قال أنت رأيته؟ قلت: نعم ورآه الناس وصاموا و صام معاوية. رضى الله عنه. قال: لكنا رأيناه ليلة السبت، فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين او نراه فقلت: أوَلَا تكتفى برؤية معاوية و صيامه؟ فقال: لا، هكذا أمرنا رسول الله ﷺ"(۱۱)

(کریبؒ کہتے ہیں کہ میں نے ملک شام میں ہلال (رمضان) دیکھا پھر میں مدینہ منورہ آیا تو حضرت ابن عباسؓ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے (شام میں) ہلال کب دیکھا تھا؟ میں نے کہا: جمعہ کی رات کو، آپ نے کہا، کیا تم نے خود دیکھا؟ میں نے کہا۔ ہاں، میں نے اور دوسرے لوگوں نے دیکھا اور سب نے روزہ رکھا، حضرت معاویہؓ نے روزہ رکھا، تو اس پر آپ نے فرمایا کہ ہم نے ہفتہ کی رات کو دیکھا تھا اور روزے رکھتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ تیس دن پورے کریں یا ہلال (عید) دیکھ لیں۔ تو میں نے کہا، کیا آپ حضرت معاویہؓ کی رؤیت و صیام کو کافی نہیں سمجھتے (یعنی ان کی رؤیت کو اپنے لیے رؤیت نہیں سمجھتے) فرمایا: نہیں، اسی طرح ہمیں نبی کریم ﷺ کا حکم ہے۔ (یعنی کسی دوسرے مقام کی رؤیت تمہارے لیے دلیل نہیں ہے)۔

حضرت ابن عباسؓ نے اہل شام کی رؤیت پر عمل نہ کیا اور اسے اپنے لیے دلیل نہ سمجھا جو اس بات کی دلیل ہے کہ ہر ملک کی اپنی رؤیت ہے اور ایک ملک کے لوگ دوسرے ملک کے لوگوں کی رؤیت پر عمل کرنے کے پابند نہیں ہیں۔

ان کی ایک عقلی دلیل یہ ہے کہ آفتاب کے مطالع کا اختلاف سب کے نزدیک معتبر ہے، ایک ہی وقت میں کسی ملک میں صبح کی نماز ہوتی ہے تو کسی دوسرے ملک میں عصر یا مغرب کی ہو رہی ہوتی ہے، ایک ملک کے لوگوں کو دوسرے ملک کے تابع نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح چاند کے معاملہ میں ہر افق کا الگ حکم ہونا چاہیے، ایک جگہ کی شہادت پورے شرعی قواعد وضوابط کے ساتھ دوسری جگہ پہنچ جائے تب بھی وہاں کے لوگوں کے لیے وہ شہادت حجت نہیں ہونی چاہیے۔(۱۲)

تیسرا قول حنفیہ میں سے امام زیلعیؒ اور امام کاسانیؒ نے اختیار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اختلاف مطالع کا بلاد بعیدۃ میں اعتبار کیا جائے اور بلاد قریبہ میں نہ کیا جائے۔

امام کاسانیؒ فرماتے ہیں:

"**هذا إذا كانت المسافة بين البلدتين قريبة لا تختلف فيها المطالع، فأما إذا كانت بعيدة فلا يلزم أحد البلدين حكم الآخر، لان مطالع البلاد عندالمسافة الفاحشة تختلف فيعتبر فى كل أهل بلد مطلع بلادهم دون الآخر**"(۱۳)

یعنی (اختلاف مطالع کا اعتبار اس وقت نہ ہوگا) جب دو ملکوں کے درمیان مسافت قریب ہو اور اُن میں مطالع کا اختلاف نہ آتا ہو۔ اور اگر مسافت دور ہو تو ایک ملک پر دوسرے ملک کا حکم لاگو نہیں ہوگا کیونکہ لمبی مسافت کے وقت ملکوں کے مطالع مختلف ہو جاتے ہیں تو اس حالت میں ہر ملک کا اپنا مطلع معتبر ہوگا۔

امام زیلعیؒ فرماتے ہیں:

''الأشبه أن يعتبر لأن كل قوم مخاطبون بما عندهم و انفصال الهلال عن شعا ع الشمس يختلف باختلاف الاقطار كما أن دخول الوقت و خروجة يختلف باختلاف الأقطار''(۱۴)

(زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے اس لیے کہ ہر جماعت اسی کی مخاطب ہوتی ہے جو اس کو درپیش ہو اور چاند کا سورج کی کرنوں سے خالی ہونا مطالع کے اختلاف سے مختلف ہوتا رہتا ہے، جیسا کہ (نمازوں) کے اوقات ابتدائی اور انتہائی علاقائی اختلاف کی بناء پر مختلف ہوتے رہتے ہیں)۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلیؒ اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کرنے کے بعد لکھتے ہیں:
''عقل و نقل ہر دو لحاظ سے سب سے صحیح مسلک یہی ہے کہ ایسے دو شہر جن میں اتنا فاصلہ ہو کہ ان کے مطلع بدل جائیں...... ان میں ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر کے لیے معتبر نہیں ہونی چاہیے۔(۱۵)

اس قول کی منطقی دلیل یہ ہے کہ بلاد قریبہ میں فرق بہت معمولی ہوتا ہے اور اس کو نظرانداز کیا جا سکتا ہے جبکہ بلاد بعیدہ میں فرق زیادہ ہوتا ہے، اس کو نظرانداز کرنا صحیح نہیں ہے۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فتح الملہم میں اسی آخری قول کی ترجیح کے لیے ایک ایسی چیز کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اس پر نظر کرنے کے بعد اس قول کی ترجیح واضح ہو جاتی ہے، خصوصاً اس زمانے میں جبکہ مشرق و مغرب کے فاصلے چند گھنٹوں میں طے ہو رہے ہیں، وہ یہ ہے کہ قرآن و سنت میں یہ بات منصوص اور قطعی ہے کہ کوئی مہینا انتیس دن سے کم یا تیس دن سے زائد نہیں ہوتا، بلاد بعیدہ اور مشرق و مغرب کے فاصلوں میں اگر اختلاف مطالع کو مطلقاً نظرانداز کر دیا جائے تو اس نص قطعی کے خلاف یہ لازم آئے گا کہ کسی شہر میں اٹھائیس کو بعید ملک سے اس کی شہادت پہنچ جائے کہ آج وہاں چاند دیکھ لیا گیا ہے، تو اگر اس شہر کو دوسرے شہر کے تابع کیا جائے تو اس کا مہینا اٹھائیس دن کا رہ جائے گا، اسی طرح اگر کسی شہر میں رمضان کی تیس تاریخ کو کسی بعیدملک کے متعلق بذریعہ شہادت یہ ثابت ہو جائے کہ آج وہاں ۲۹ تاریخ ہے اور اگر چاند نظر نہ آیا تو کل وہاں روزہ

ہوگا اور اتفاقاً چاند نظر نہ آیا تو ان کو اکتیس روزے رکھنا پڑیں گے اور مہینا اکتیس کا قرار دینا پڑے گا جو نص قطعی کے خلاف ہے۔ اس لیے ناگزیر ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے۔(۱۶)

یہ رائے بہت معتدل متوازی فطری اور انتہائی منطقی ہے کہ مطلع کے اختلاف کا اور اسی لحاظ سے رمضان و عید کا اختلاف تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔ البتہ بلاد قریبہ و بعیدہ میں قرب و بعد کا معیار کیا ہوگا تو حضرت عثمانی کی تحقیق سے یہ بھی واضح ہوگیا، وہ یہ کہ جن بلاد میں اتنا فاصلہ ہو کہ ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ اعتبار کرنے کے نتیجہ میں مہینا کے دن اٹھائیس رہ جائیں یا اکتیس ہو جائیں وہاں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا اور جہاں اتنا فاصلہ نہ ہو وہاں نظر انداز کیا جائے گا۔(۱۷)

یہ تو ہے مسئلے کا علمی و فقہی پس منظر لیکن میرے خیال میں ہمارے ہاں کی موجودہ صورت حال میں اختلاف مطالع کا کوئی قابل ذکر دخل نہیں ہے کیونکہ ایک ملک کے اندر اختلاف مطالع کو قائم رکھنے کی ضرورت ہی نہیں، بلکہ جب ملک کے ایک حصے میں شرعی شروط و قیود کے ساتھ ہلال نظر آ جائے تو پورے ملک کے لوگوں کے لیے اس کے مطابق عمل کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ اور پھر ہمارے ہاں ملک کے شمالی حصہ کی مقامی رؤیت ہلال کمیٹیاں جب مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی سے ایک دن پہلے ہلال رمضان یا عید کا اعلان کرتی ہیں تو وہ یہ نہیں کہتیں کہ ہم یہ اعلان اختلاف مطالع کی بنیاد پر کر رہے ہیں اور نہ ہی یہ کہتی ہیں کہ چونکہ فلاں ملک میں رؤیت ہلال ثابت ہو گئی ہے لہٰذا ہم بھی اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرتے ہوئے رؤیت کا اعلان کرتے ہیں بلکہ ان مقامی کمیٹیوں اور مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے درمیان اختلاف کا بڑا سبب گواہوں کی گواہی کو شرعی اور فنی طور پر پرکھنا ہے جس کی تفصیل کے لیے یہ تیسرا سبب ملاحظہ فرمائیں۔

تیسرا سبب

تیسرا بڑا سبب یہ ہے کہ جو لوگ ان مقامی کمیٹیوں کے پاس رؤیت ہلال کی گواہی دینے کے لیے آتے ہیں، اگرچہ ان کے دیندار ہونے اور اسلام سے محبت میں کوئی شک نہیں، لیکن ان کی گواہی کو شرعی اور فنی طور پر پرکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اور ان مقامی کمیٹیوں کے پاس اس کا خاطرخواہ انتظام نہیں ہوتا، لہٰذا وہ محض ان کی دینداری اور ظاہری عدالت کو دیکھ کر ان کی گواہی قبول کر لیتی ہیں اور شرائط قبول شہادت اور فنی امور کا خیال نہیں کرتیں جس سے کئی باب ان کی گواہی پرکھنے پر غیرثابت اور حقیقت کے خلاف ثابت ہو چکی ہے۔

جبکہ حکومتی کمیٹی گواہوں کے پرکھنے کا پورا اہتمام کرتی ہے اور اس کے پاس اس کے وسائل بھی ہوتے ہیں۔ اس کو علماء، ماہرین فلکیات اور پاکستان ایئر فورس کی معاونت حاصل ہوتی ہے جس پر وہ شہادات کو (اولاً) شرعی و (ثانیاً) فنی طور پر بہتر طریقے سے پرکھ سکتی ہے۔

شہادت کو شرعی طور پر پرکھنا

شرعی طور پر شہادت پرکھنے کا معنی یہ ہے کہ اس بات کی تحقیق ہو جائے کہ ثبوت ہلال کی گواہی دینے والے میں وہ تمام شرائط پائی جائیں جو اس قسم کی شہادت دینے کے لیے ضروری ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱۔ گواہ کا مسلمان ہونا: غیر مسلم کی شہادت رؤیت ہلال میں قبول نہیں۔
۲۔ گواہ کا عاقل ہونا: دیوانہ کی شہادت کسی چیز میں قابل قبول نہیں۔
۳۔ گواہ کا بالغ ہونا: نابالغ بچہ کی شہادت معتبر نہیں۔
۴۔ گواہ کا بینا ہونا: نابینا قابل شہادت نہیں۔
۵۔ گواہ کا عادل ہونا: جو بنص قرآن ثابت ہے ﴿و أشهدوا ذوی عدل منكم﴾ (۱۸)

اور لفظ عدل ایک اصطلاحی لفظ ہے جس کی تعریف یہ ہے: ''وہ مسلمان جو کبیرہ گناہوں سے مجتنب ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرے اور اس کے اعمال صالحۃ اعمال فاسدۃ پر اور راست کاری خطاکاری پر غالب ہو''۔ اس کے مقابل جو شخص کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہے یا صغیرہ گناہوں کا عادی ہے اور اس کے برے اعمال اچھے اعمال پر غالب ہیں وہ اصطلاح شرع میں فاسق کہلاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شاہد عدل ہونا چاہیے، مگر علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر قاضی کو قرائن احوال سے اطمینان ہو جائے کہ یہ شاہد فاسق جھوٹ نہیں بول رہا اور وہ اس کی شہادت پر کوئی فیصلہ کر دے تو یہ فیصلہ صحیح اور نافذ ہوگا۔ اور جب سے دنیا میں فسق کی کثرت ہوئی ہے اور عام معاملات کی شہادت میں ایسے ہی لوگ آنے لگے ہیں جو شرعی اصطلاح میں فاسق ہیں تو لوگوں کے حقوق کی حفاظت اور مقدمات کے فیصلہ کے لیے فقہاء نے یہی صورت اختیار کی ہے کہ جس فاسق کے معاملہ میں قرائن اور حالات سے اس کا اطمینان ہو جائے کہ یہ جھوٹ نہیں بول رہا تو اس کی شہادت قبول کر کے اس پر مقدمات کے فیصلے کر دیے جائیں، البتہ ایسے لوگوں میں سے اس کا انتخاب کریں جو دوسروں کی نسبت بہتر ہو مثلاً نماز روزہ کا پابند اور عام احکام شرعیہ کا احترام کرتا ہو۔(۱۹)

امام قرافیؒ نے اس کی بنیادی وجہ یہ لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فاسق کی شہادت کو رد کرنے کا حکم

نہیں فرمایا ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اس کی تحقیق کر لو (إن جآء کم فاسق بنبإٍ فتبیّنوا) (۲۰) جس کا مطلب یہی ہے کہ تحقیق سے اس کا سچا ہونا ثابت ہو جائے تو قبول کر لو ورنہ ردکر دو۔ تو جب حالات کا جائزہ لے کر قاضی کو اس کے سچا ہونے کا گمان غالب ہو جائے تو وہ اس کی شہادت قبول کر سکتا ہے۔ امام قرافیؒ فرماتے ہیں:

"نص بعض العلماء علی انا اِذا لم نجد فی جهة الا غیر العدول أقمنا أصلحهم و أقلهم فجوراً للشهادة علیهم و یلزم ذلک فی القضاة و غیرهم لئلا تضیع المصالح، قال: وما أظن أحداً یخالف فی هذا فالتکلیف شرط فی الامکان، و هذا کله لضرورة لئلا تهدر الأموال و تضیع الحقوق". (۲۱)

یعنی علماء نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ جب کسی جگہ شاہد عادل نہ ملیں تو ہم غیرعادل لوگوں میں جو دین کے اعتبار سے بہتر اور فسق میں کم ہو اس کو شہادت کے لیے قائم کرلیں اور ایسا کرنا اس زمانہ کے قاضیوں کے لیے لازم ہے تاکہ لوگوں کے حقوق اور مصالح ضائع نہ ہو جائیں، پھر فرمایا: میں نہیں جانتا کہ کوئی عالم و فقیہ اس بات سے اختلاف کرے گا کیونکہ وجوب بقدر استطاعت ہوتا ہے اور یہ ضرورت کی بناء پر ہے تاکہ لوگوں کے مال ضائع اور حقوق تلف نہ ہو جائیں۔

۶۔ ہلال عید کی گواہی کے لیے نصاب شہادت ضروری ہے یعنی دو مرد ہوں، یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ شرائط شہادت بھی ضروری ہیں کہ بظاہر پابند شریعت دیندار مسلمان ہوں اور لفظ شہادت بھی ضروری ہے کہ ہر ایک یہ کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں۔

وجہ یہ ہے کہ لفظ شہادت میں حلف اور قسم کے معنی بھی ہیں اور واقعہ کے خود مشاہدہ کرنے کا اقرار بھی ہے۔ اس لیے ہر گواہ پر لازم ہے کہ اپنا بیان پیش کرنے سے پہلے یہ کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں۔(۲۲)

لیکن ہلال رمضان میں اگر مطلع صاف نہیں تھا، آسمان پر گرد و غبار یا ابر تھا، آبادی کے مسلمانوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی مگر چاند نظر نہیں آیا، اب صرف ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے چاند دیکھا ہے، اگر وہ بظاہر پابند شریعت ہے، مرد ہے یا عورت تو رمضان شریف کے چاند کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اس صورت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کہے کہ "میں گواہی دیتا ہوں" اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خبر ہے شہادت نہیں ہے، اس لیے اس میں عدد کی شرط بھی نہیں ہے۔(۲۳)

یہ وہ ضروری امور ہیں جن سے شہادت کو شرعی طور پر پرکھا جاتا ہے۔

شہادت کو فنی طور پر پرکھنا۔

شہادت کو فنی طور پر پرکھنے کا مطلب یہ ہے کہ علم فلکیات کے حسابات کی روشنی میں چاند کا نظر آنا ممکن ہو (اگرچہ ہمیں اپنی آنکھوں سے نظر نہ آئے) اور اگر علم فلکیات کے حساب کی روشنی میں چاند کا نظر آنا ممکن ہی نہ ہو، یعنی ابھی چاند پیدا ہی نہ ہوا ہو جیسے کوئی ۲۷، ۲۸ تاریخ کو مغرب کے بعد چاند دیکھنے کی گواہی دے تو چاند دیکھنے والے کی شہادت کو غلطی پر محمول کیا جائے گا۔ ایسا ایک واقعہ رمضان ۱۴۱۸ھ میں پشاور میں پیش آیا، جب مقامی کمیٹیوں نے شام ساڑھے پانچ بجے مقامی وقت کے مطابق چاند دیکھنے کا اعلان کر دیا حالانکہ فلکی ماہرین کے مطابق چاند کی پیدائش اس رات کو نو بج کر ستاون منٹ پرمتوقع تھی۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ فلکی ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ ہلال کی پیدائش کے وقت پر اختلاف کی گنجائش نہیں کیونکہ اس کی پیدائش پورے عالم میں ایک ہی وقت پر ہوتی ہے اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ اس کی ولادت سے پہلے اسے افق میں دیکھنا مستحیل ہے۔

بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ فلکی ماہرین کے حسابات کے اعتبار سے چاند نظر آنے کا کوئی امکان نہیں ہوتا لیکن جن لوگوں کے ذہنوں میں چاند دیکھنے کی دھن سوار ہوتی ہے انہیں کہیں نہ کہیں سے چاند نظر آ جاتا ہے جس کی عام طور پر دو توجیہیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ عام تخیل و تصور میں چاند کی رؤیت کا اتنا غلبہ ہوتاہے کہ دور سے چاند جیسی کوئی چیز نظر آنے پر یوں لگتا ہے کہ چاند نظر آ گیا ہے اور یہ حقیقت میں وہم ہوتا ہے اور وہم میں کوئی انسان بھی مبتلا ہو سکتا ہے اور اس سے اس کی عدالت اور سچائی پر کوئی حرف نہیں آتا۔

۲۔ بعض مرتبہ بھوؤں کا کوئی بال وغیرہ آنکھ کے سامنے آ جاتا ہے جس سے یوں لگتا ہے کہ چاند نظر آ گیا، ایسا ہی ایک واقعہ حضرت انسؓ کے ساتھ بھی پیش آیا، تو جب ایک نوجوان نے ان کی آنکھ سے بھوؤں کا بال ہٹا کر ان سے پوچھا کہ کیا اب بھی نظر آ رہا ہے تو فرمایا کہ: اب تو نظر نہیں آ رہا۔

تو وہ صورتیں جن میں فلکی حساب کے اعتبار سے چاند نظر آنے کا کوئی امکان نہ ہو، پھر بھی اگر کوئی چاند نظر آنے کی شہادت دے دے تو یوں سمجھا جائے گا کہ اس سے غلطی یا وہم ہو گیا ہے اور اس کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کیاجائے گا۔(۲۴)

فلکی حسابات کی روشنی میں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ نظر آنے والا چاند سورج کے دائیں ہو گا یا بائیں، اس کا رخ کس طرف ہو گا اور س کی موٹائی کتنی ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ ان معلومات کے حاصل ہونے کے بعد قاضی اور رؤیت ہلال کمیٹی کے لیے شہادت کو پرکھنا آسان ہو جائے گا جس کے نتیجے میں حقیقت پر مبنی فیصلے ہونے کے امکانات بہت زیادہ بڑھ جائیں گے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہلال کی نوکیں ہمیشہ سورج سے مخالف سمت میں ہوتی ہیں، اگر کوئی چاند دیکھنے کا دعویٰ کرے لیکن گواہی کے اندر چاند کی نوکوں کو سورج کی سمت بتائے تو اس کا دعویٰ معتبر نہ ہوگا۔(۲۵)

اس پوری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت رؤیت ہلال کے لیے گواہوں کا محض ثقہ و عدل ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ فنی امور کی تحقیق بھی لازمی ہے۔ اگر فنی طور پر ہلال کے دیکھنے کا امکان ہی نہیں ہے تو ایسی گواہی خطا یا وہم پر محمول کی جائے گی۔ امام قاضی تقی الدین السبکی الدمشقیؒ فرماتے ہیں:

> "**فینظر القاضی فی حال الشھود بعد تحقق عدالتھم و تیقظھم و براء تھم من الریبة والتھمة و سلامة حواسھم و حِدّة نظرھم و سلامة الافق و محل الھلال مما یشوش الرؤیة و معرفة منزلة الھلال التی یطلع فیھا وما یقتضیھا الحساب من إمکان رؤیتہ وعدمھا، فالمشھود بہ شرطہ الامکان،و إذا کان یشترط فی الاقرار الامکان، والمقر مخبر عن نفسه محترز علیھا، فما ظنک بالشھادة؟......**"
>
> (یعنی قاضی کو چاہیے کہ گواہوں کی عدالت اور سچائی اور ان کے شک و تہمت سے مبرا ہونے کی تحقیق کرے اور یہ بھی دیکھے کہ فنی طور پر کیا رؤیت ممکن بھی ہے یا نہیں)۔

آگے لکھتے ہیں:

> "**فلیس من الرشد قبول الخبر المحتمل لذلک او الشھادة مع عدم الامکان لأن الشرع لا یأتی بالمستحیلات، وھذہ المسألة لم نجدھا مسطورة، فتفقّھنا فیھا، و رأینا فیھا عدم قبول الشھادة، و إنما سکت الفقھاء عنھا لأنھا نادرة الوقوع، ولما وقعت فی ھذا الزمان احتجنا إلی الکلام فیھا والفقفه بحر لاساحل له تتجدد مسائلہ بتجدد وقائعه**"
>
> (یعنی عدم امکان رؤیت کے ساتھ اس کے بارے میں محتمل خبر یا گواہی قبول کرنا کسی طرح بھی درست نہیں)

آگے لکھتے ہیں:

"وقد رأينا من يوثق بعقله و دينه يغلط فى رؤية الهلال كثيرا، وسمعنا بعض الجهال أنه يقصد التدين بالشهادة بذلک، و يعتقد أن له بذلک أجر من صام بقوله، و سمعنا عن بعض السفهاء أنه يقصد بذلک ترويج تزكيته و ثبوت عدالته، و للناس أغراض مختلفه"

"فاذا سلمت البينة من هذه الأمور كلها و سلم موضع الهلال من الموانع و حاسة الشاهد من الآفات قبلناه اِذا جوزنا الرؤية. فان استحلناها بدليل قام عندنا لم تقبل تلک الشهادة و حملناها على الغلط أو الكذب ولم نكن بذلک خارجين عن القانون الشرعى".

(یعنی اگر ہلال دیکھنے والے کی گواہی تمام موانع و شبہات وغیرہ سے محفوظ پائی گئی تو اسے قبول کر لیا جائے گا بشرطیکہ رؤیت ممکن ہو (یعنی ہلال کا نظر آنا فنی طور پر ممکن ہو) اور اگر رؤیت ممکن ہی نہ ہو (جیسے ہلال ابھی تک پیدا ہی نہ ہوا ہو) تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی بلکہ اسے غلطی یا کذب پر محمول کیا جائے گا۔

اس کی وجہ آگے یہ لکھتے ہیں:

"لأن دلالة الحساب القطعى أو القريب من القطعى على عدم الامكان أقوى من الريبة، والريبة موجب لرد الشهادة، فاعتقادنا عدم الامكان كذلک أقوىٰ، و مقصودنا بذلک القطع بردها......" (۲۶)

کیونکہ فلکی حسابات کی عدم امکان رؤیت پر دلالت قطعی یا قطعی کے قریب ہے جو شک سے زیادہ قوی ہے اور شک شہادت کے رد کا موجب ہے تو جو چیز شک سے زیاہ قوی ہوگی وہ من باب اُولی رد شہادت کا موجب ہوگی۔

اصلاحی تجاویز

یہاں پر اصلاح اور خیرخواہی کے پیش نظر چند امور کا ذکر کرنا نہایت ضروری ہے:

۱۔ ملک میں حکومت کی طرف سے مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی قائم ہے جس کی حیثیت دارالعلوم کراچی کے فتویٰ کے مطابق قاضی کی ہے، لہٰذا اس کمیٹی کے فیصلے کے مطابق عمل کرنا چاہیے اور علماء کرام کو بھی چاہیے کہ وہ عوام کو اسی کمیٹی کے اعلان کے مطابق عمل کرانے کی کوشش کریں کیونکہ مرکزی رؤیت ہلال کو ولایت عامہ حاصل ہے جس کی وجہ سے وہ شہادتوں کو وصول کر سکتی ہے

جو عیدین اور بعض صورتوں میں رمضان کے لیے ضروری ہیں۔(۲۷)

۲۔ مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے ہوتے ہوئے متوازی کمیٹیاں بنانا اور ان کی شہادتوں کو وصول کر کے اپنے طور پر فیصلہ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے اس میں بہت سارے مفاسد ہیں جیسا کہ متعلقہ علاقوں میں ان کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، ان کمیٹیوں کو چاہیے کہ اپنی شہادتیں شرعی طریقے سے سرکاری کمیٹی تک پہنچائیں اور سرکاری کمیٹی شرعی ضوابط کی روشنی میں ان شہادتوں کے مطابق عمل کرے۔

۳۔ مقامی کمیٹیوں کو رؤیت ہلال کے اعلان کرنے کا حق نہیں ہے بلکہ صوبائی کمیٹی بھی اپنی شہادات مرکزی کمیٹی تک پہنچائے گی اور از خود اعلان نہیں کرے گی۔ کیونکہ صوبائی کمیٹی کی ولایت ذاتی نہیں مستعار ہے اگر ہر کمیٹی اپنا اعلان شروع کر دے تو اسلامی شعائر کا اللہ ہی حافظ ہے۔

۴۔ اگر مرکزی کمیٹی کو شہادت کے شرعی اصول کے مطابق مقامی کمیٹی کی شہادت پر اطمینان نہ ہو تو اس کو شرعاً یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس شہادت کو رد کر دے اور اس صورت میں مقامی کمیٹی پر واجب ہے کہ وہ اس کی اتباع کرے۔

"لأن القاضي له النظر في الشهادة فيقبل إن كان وفق قانون الشرع و يَرد ان كان لا يوافقه"

البتہ ان میں سے جن لوگوں نے خود چاند دیکھا ہو اُن پر روزہ رکھنا واجب ہے لیکن عید کی صورت میں عید عام لوگوں کے ساتھ کریں گے۔

۵۔ اگر بالفرض مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی میں کچھ خامیاں ہوں جیسا کہ متعلقہ علاقوں کے لوگ عموماً مختلف قسم کے اعتراضات کرتے ہیں تو اس صورت میں بھی عام حالات میں مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلے کو لینا چاہیے کیونکہ اس صورت میں "أهون البليتين" پر عمل کرنا شرعاً ضروری ہوگا، کیونکہ مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے اعلان کے مطابق عمل کرنے سے امت فتنہ و انتشار سے بچ جاتی ہے بخلاف متوازی غیر سرکاری کمیٹیوں کے، کہ ان کے اعلانات سے عوام میں فتنہ و انتشار پیدا ہوتا ہے، قتل و قتال تک نوبت آ جاتی ہے، لوگ دین واہل دین کے بارے میں شبہات کا شکار ہو جاتے ہیں اور سوء ظن میں مبتلاء ہو جاتے ہیں جس کا مشاہدہ ہر سال رمضان اور عیدین کے موقع پر ان علاقوں میں ہوتا ہے جہاں متوازی کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں۔(۲۸)

سب سے اہم مسئلہ امت کو انتشار و افتراق کے مضر اثرات سے بچانا اور اتفاق و اتحاد کو یقینی بنانا ہے جو نہایت ضروری ہی نہیں بلکہ مقصد المقاصد اور مصلحۃ المصالح ہے اور موجودہ صورت حال سے

جو تفرقہ، اختلاف اور انتشار پیدا ہو رہا ہے اور ایک ہی شہر میں دو دو بلکہ تین تین عیدیں ہو رہی ہیں جس سے قوم کا اتحاد پارہ پارہ ہو رہا ہے اسے ختم کرنا ہے۔کتنے افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ نماز عید کا عظیم اجتماع جو حقیقت میں مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کا مظہر تھا اس کو اختلاف و انتشار کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے۔

جمہور فقہاء حنفیہ(۲۹) و مالکیہ (۳۰) و شافعیہ(۳۱) نے تو ایک مسجد میں تکرار جماعت یعنی فرض نماز باجماعت دہرانے سے منع فرمایا ہے کہ اس سے امت میں انتشار و افتراق کا خطرہ ہے، چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"و إذا كان للمسجد إمام راتب ففاتت رجلا أو رجالاً فيه الصلاة، صلوا فرادى، ولاأحب أن يصلوا فيه جماعة، فإن فعلوا أجزأتهم الجماعة فيه...... و أحسب كراهية من كره ذلک منهم إنما كان لتفرق الكلمة و أن يرغب رجل عن الصلاة خلف إمام جماعة فيتخلف هو ومن أراد عن المسجد فی وقت الصلاة، فإذا قضيت دخلوا فجمعوا فيكون فی هذا اختلاف و تفرق كلمة و فيهما المكروه"(۳۲)

یعنی جب ایک مسجد کا رسمی امام ہو اور چند لوگ جماعت سے رہ جائیں تو وہ انفرادی نماز پڑھیں اور مجھے پسند نہیں کہ وہ (دوبارہ) جماعت کرائیں، اور اگر کرائیں تو نماز (کراھۃ) ہو جائے گی۔ آگے فرماتے ہیں: میرے خیال میں سلف میں جن حضرات نے تکرار جماعت کو مکروہ کہا ہے اس کی وجہ امت میں تفرقہ و انتشار کا (خطرہ) ہے۔

امام ابن العربی آیت (**و تفريقاً بين المسلمين**) (۳۳) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"يعنی أنهم كانوا جماعة واحدة فی مسجد واحد، فأرادوا أن يُفرقوا شملهم فی الطاعة و ينفردوا عنهم للكفر والمعصية، وهذا يدلک على أن المقصد الاكبر والغرض الاظهر من وضع الجماعة تأليف القلوب...... ولهذا المعنى تفطّن مالک. رضی الله عنه. حين قال، إنه لا تُصلى جماعتان فی مسجد واحد لا بإمامين ولا بإمام واحد...... حيث كان ذلک تشتيتاً للكلمة و إبطالاً لهذه الحكمة"(۳۴)

یعنی مسلمان ایک مسجد میں ایک جماعت تھے، انہوں (منافقین) نے ان کے درمیان نیکی میں تفریق ڈالنے کی کوشش کی اور کفر و نافرمانی کی وجہ سے ان سے علیحدہ ہونے لگے، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جماعت کا بڑا مقصد اور واضح غرض تالیف القلوب ہے...... لہٰذا اِمام مالک کی فطانت نے اس معنی کو سمجھ لیا۔ جب آپ نے فرمایا کہ ایک مسجد میں

دو جماعتیں کرانا درست نہیں، چاہے وہ دو اماموں سے ہوں یا ایک امام سے، جب یہ تفرقہ کا سبب اور اس حکمت (یعنی اتحاد) کے ابطال کا موجب بنیں۔

امام باجی مالکی فرماتے ہیں:

''ولو جاز الجمع فی مسجد مرتین لکان ذلک داعیة إلی الافتراق والاختلاف'' ولکان أهل البدع یفارقون الجماعة بإمامهم و یتأخرون من جماعتهم ثم یُقَدِّمون منهم، ولو جاز مثل هذا لفعلوا مثل ذلک بالامام الذی تؤدی الیه الطاعة فیؤدی ذلک إلی اظهار منابذة الائمة و مخالفتهم و مفارقة الجماعة فوجب[أن یغلق] علیهم هذا الباب''(۳۵)

(یعنی اگر ایک مسجد میں تکرار جماعت کو جائز قرار دے دیا جائے تو یہ افتراق و اختلاف کا سبب بنے گا اور اہل بدعت لوگ اپنے امام کے ساتھ (پہلی) جماعت کا بائیکاٹ کر کے اس کے بعد اپنے امام کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے، اور اگر یہ جماعت کے امام کے ساتھ کر سکتے ہیں تو پھر امام اعظم (حاکم) کے ساتھ بھی کر سکتے ہیں جس کی اطاعت ان پر واجب ہے، تو اس طرح یہ امام (حاکم) کی منابذت و مخاصمت اور جماعت سے مفارقت کا موجب بنے گا، لہذا لازم ہے کہ یہ دروازہ ہی بند کر دیا جائے (یعنی تکرار جماعت سے منع کر دیا جائے)۔

بلکہ جن فقہاء نے تکرار جماعت کو مستحب کہا ہے، یہ حکمت اور معنی ان کے ذہن سے بھی غائب نہیں ہوا لہٰذا انہوں نے بھی جواز تکرار جماعت کو اس بات سے مشروط کر دیا ہے کہ وہ انتشار، اختلاف اور مسلمانوں میں تفرقہ بازی کا سبب نہ بنے لہذا امام ابن حزم فرماتے ہیں:

''...... و أما نحن فإن من تأخر عن صلاة الجماعة لغیر عذر لکن قلة اهتبال او لهوی أو لعداوة مع الامام فإننا ننهاه......'' (۳۶)

(یعنی جو کوئی جماعت سے بغیر عذر، بے پرواہی یا ذاتی خواہش یاامام کے ساتھ دشمنی (اختلاف) کی بنیاد پر لیٹ ہوگا تو ہم اسے تکرار جماعت سے منع کرتے ہیں)

اسی لیے امام احمد بن حنبل کے ہاں دوسری روایت میں تکرار جماعت مکروہ ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ:

''لئلا یُفضی إلی اختلاف القلوب''(۳۷)

(تاکہ وہ دلوں میں اختلاف کی وجہ نہ بنے)

اس ساری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر فرض نماز میں تکرار جماعت سے اس لیے منع کیا جا رہا

ہے کہ اس سے اختلاف و افتراق کا خطرہ ہے، حالانکہ فرض نماز میں جماعت کی اہمیت و فضیلت بالکل واضح ہے۔ تو پھر عید میں بغیر شرعی عذر کے تکرار کی اجازت کیسے دی جا سکتی ہے۔ حالانکہ عید کے تکرار میں افتراق و اختلاف کا خطرہ فرض نماز کی جماعت کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے کیونکہ عید کا اجتماع نماز فرض کے اجتماع سے کہیں بڑا ہوتا ہے، یہاں تو تکرار من باب اولی ممنوع ہونا چاہیے۔ اسی لیے بعض اہل علم نے ایک شہر میں بغیر ضرورت کے تعدد جمعہ سے منع فرمایا ہے۔ اور کہا ہے اگر نماز جمعہ کے لیے ایک مسجد سب کے لیے کافی ہو تو دو مسجدوں میں نہیں پڑھایا جائے گا(۳۸) اور امام تقی الدین سبکیؒ نے اس پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام رکھا ہے: "**الاعتصام بالواحد الأحد من إقامة جمعتين في بلد**".(۳۹)

یہاں یہ بات بیان کرنا نہایت ضروری ہے کہ فرض نماز یا عیدین میں تکرار جماعت کی ممانعت ذاتی (فی ذاتہ) نہیں ہے بلکہ اس تکرار کی وجہ سے افتراق و اختلاف کی صورت میں جو مفاسد پیدا ہو رہے ہیں یہ ممانعت ان کی وجہ سے ہے کیونکہ جو چیز ممنوع کی طرف لے جائے وہ بھی ممنوع ہوتی ہے اور مآلات اہل علم کے ہاں معتبر ہیں۔ امام شاطبیؒ فرماتے ہیں:

"**النظر في مآلات الافعال معتبر شرعاً...... و ذلک ان المجتهد لا يحكم على فعل من الافعال الصادرة عن المكلفين بالاقدام أو بالاحجام الا بعد نظره إلى ما يؤول إليه ذلک الفعل". إلى أن قال. "يكون الفعل في الاصل مشروعاً لكن ينهى عنه لما يؤول اليه من المفسدة**"(۴۰).

یعنی مآلات کو دیکھنا (خیال کرنا) شرعاً معتبر اور مقصود ہے اور یہ کہ مجتہد مکلفین کو کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم نہ دے یہاں تک کہ اس کے مآل کو نہ دیکھ لے اور آگے فرماتے ہیں کہ: فعل (کبھی کبھی) اصل میں مشروع ہوتا ہے لیکن اس سے اس لیے منع کر دیا جاتا ہے کہ اس کی مآل مفسدۃ کی طرف لے جاتی ہے۔

امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں:

"**الفعل أو القول المفضي إلى المفسدة نوعان...... والثاني: أن تكون (الافعال أو الاقوال) موضوعة للافضاء إلى أمر جائز أو مستحب، فتتخذ وسيلة إلى المحرم اما بقصده أو بغير قصد منه...... كمن يصلي تطوعاً بغير سبب في اوقات النهي أو يَسُبّ ارباب المشركين بين اظهرهم......**" (۴۱)

"**ثم دلّل على المنع بوجوه فقال: "الوجه الثامن والثلاثون: إن الشارع أمر بالاجتماع**

علی امام واحد فی الامامۃ الکبری، وفی الجمعۃ والعیدین والاستسقاء و صلاۃ الخوف مع کون صلاۃ الخوف بأمامین اقرب إلی حصول صلاۃ الامن، وذلک سداً لذریعۃ التفریق والاختلاف والتنازع و طلباً لاجتماع القلوب و تآلف الکلمۃ، وھذا من أعظم مقاصد الشرع''(۴۲)

یعنی وہ اقوال یا افعال جو مفسدہ کی طرف لے جاتے ہیں، ان کی دو قسمیں ہیں......
دوسری قسم یہ ہے کہ (بعض) افعال و اقوال اصل میں جائز یا مستحب امر کے لیے ہوں لیکن ان کو قصداً یا بغیر قصد کے فعل محرم کا ذریعہ بنا لیا جائے جیسے کوئی اوقات نہی میں نفلی نماز پڑھے جس کا کوئی سبب نہ ہو یا مشرکین کے سامنے ان کے معبودوں کو گالیاں دے۔''

آگے اس فعل سے ممانعت کی علت اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ''شارع نے حکومت کے حوالے سے ایک امام (حاکم) پر اتفاق کرنے کا حکم فرمایا ہے اور اسی طرح جمعۃ، عیدین، استسقاء اور صلاۃ الخوف میں بھی یہی حکم فرمایا ہے، حالانکہ صلاۃ الخوف میں دو اماموں کے ساتھ امن کی نماز زیادہ یقینی ہے۔ اصل میں شارع اس حکم کے ذریعہ اختلاف و افتراق اور تنازع کی وجوہ کو ختم کرنے اور دلوں میں تآلف اور ہم آہنگی کو فروغ دینا چاہتا ہے اور یہ شارع کے بڑے مقاصد میں سے ہے''۔

حاصل بحث یہ ہے کہ ملک میں مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی۔ جس کی حیثیت قاضی کی ہے۔ کے فیصلے کے مطابق عمل کرنا چاہیے اور اس کے ساتھ متوازی کمیٹیاں بنا کر شہادتوں کو وصول کر کے اپنے طور پر فیصلے نہیں کرنے چاہئیں۔ یہ شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں بہت سارے مفاسد ہیں مثلاً امت میں فتنہ و انتشار پیدا ہوتا ہے، لوگ دین و اہل دین کے بارے میں شبہات کا شکار ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی نوبت جدال و قتال تک پہنچ جاتی ہے۔

امت کو انتشار و افتراق کے مضر اثرات سے بچانا اور اتفاق و اتحاد اور دلوں میں ہم آہنگی کو یقینی بنانا شریعت کے اہم مقاصد میں سے ہے اور اس کی تحقیق کے لیے بعض اعمال مستحبات کو چھوڑنا بھی جائز ہے، امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''...... **و یستحب للرجل أن یقصد إلی تألیف القلوب بترک مثل ھذہ المستحبات، لأن مصلحۃ التألیف فی الدین أعظم من مصلحۃ فعل مثل ھذا''**(۴۳)

آدمی کو چاہیے کہ تألیف قلوب کے لیے کوشاں رہے چاہے اس کے لیے (بعض) مستحبات

بھی چھوڑنے پڑیں کیونکہ دین میں تألیف قلوب کی مصلحت (و ضرورت) مستحبات سے کہیں بڑی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ صحیح البخاری، کتاب الصوم باب قول النبی ﷺ "إذا رأيتم الهلال فصوموا" ۱۱۹/۴ (طبع دارالافتاء الریاض) و صحیح مسلم، باب فضل شهر رمضان ۷۵۹/۲ (طبع دار احیا التراث العربی، تحقیق محمد فواد عبدالباقی)۔

۲۔ دیکھیے: امام سرخسی: المبسوط ۱۱۵/۱۶ (دارالمعرفۃ بیروت) امام شافعی: الام ۲۳۲/۶ (دارالمعرفۃ بیروت) امام ابن قدامۃ: المغنی ۱۹۹/۱۴ (طبع ہجر للطباعۃ، القاہرۃ) مفتی محمد شفیع: رؤیت ھلال ص ۶۱ (ادارۃ المعارف، کراچی)۔

۳۔ مفتی محمد شفیع: رؤیت ھلال، ص ۶۲، سیّد محمد میاں صاحب: رویت ہلال رمضان و عید کے مسائل و دلائل، ص ۹۵ (طبع ہند)۔

۴۔ مفتی محمد شفیع: رؤیت ھلال، ص ۶۵-۶۷ و سید محمد میاں: رؤیت ھلال، ص ۹۳-۹۴۔

۵۔ صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب إذا رأيتم الهلال فصوموا ۱۱۹/۴، و صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل شهر رمضان ۷۵۹/۲-۷۶۲۔

۶۔ دیکھیے: ابن عابدین: ردالمحتار ۱۳۱/۲ (طبع البابی الحلبی، القاہرۃ)، ابن جزی: القوانین الفقهية، ۱۱۶ ص مطبعۃ النہضۃ بفاس، مراکش) البہوتی: کشاف القناع ۳۵۳/۲ (طبع مکۃ المکرّمۃ)، ابن عبدالبر: التمهيدلمانی الموطامن المعانی والاسانيد ۳۵۶/۱۴، ۳۵۸ (طبع مراکش) الشنقیطی: تبيين المسالک لتدريب السالک الی اقرب المسالک ۱۴۵/۲ (طبع دارالعرب الاسلامی)۔

۷۔ البحر الرائق ۲۷۰/۲

۸۔ دیکھیے: المغنی ۳۲۸/۴

۹۔ صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب "إذا رأيتم الهلال فصوموا" ۱۱۹/۴، و صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل شهر رمضان ۷۶۲/۲ و مسند احمد ۳۰۶/۱ و جامع الترمذی، کتاب الصیام باب ما جآء "لا تقدموا اشهر بصوم" ۳۶۳/۳ (مع تحفة الاحوذی، المکتبة السلفية)۔

۱۰۔ دیکھیے: الشربینی، مغنی المحتاج ۴۲۲/۱ (طبع مصطفیٰ البابی الحلبی، القاہرۃ) والنووی: شرح صحیح مسلم ۱۹۷/۷ (طبع دارالاحیاء العربی، بیروت)۔

۱۱۔ صحیح مسلم فی الصیام باب بیان ان لکل بلد رؤیتهم ۷۶۵/۲، و ابو داؤد فی الصیام باب اذا رؤی الهلال فی بلد قبل الآخرین بليلة ۷۴۸/۲ (طبع دار الحدیث) والترمذی فی الصوم باب لکل اهل بلد رؤیتهم ۳۷۶/۳، والنسائی فی الصوم باب اختلاف اهل الآفاق فی الرؤية ۱۳۱/۴ (طبع حلب-سوریا)۔

۱۲۔ دیکھیے: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی: جدید فقہی مسائل ۳۵/۲ (پروگریسو بکس لاہور) و رویت ہلال از مفتی محمد شفیع صاحب، ص ۷۰۔

۱۳۔ دیکھیے: الکاسانی، بدائع الصنائع ۸۳/۲ (طبع سعید اینڈ کمپنی کراچی)۔

۱۴۔ دیکھیے: الزیلعی: تبیین الحقائق ۱/۳۲۱ (مکتبۃ امدادیۃ-ملتان)۔

۱۵۔ جدید فقہی مسائل ۲/۳۸

۱۶۔ دیکھیے: رؤیت ہلال از مفتی محمد شفیع صاحب، ص ۲۷-۲۳۔

۱۷۔ ایضاً

۱۸۔ سورۃ الطلاق، الآیۃ ۲

۱۹۔ دیکھیے: مفتی محمد شفیع صاحب، رؤیت ہلال، ص ۵۴-۵۶

۲۰۔ سورۃ الحجرات، الآیۃ: ۶

۲۱۔ دیکھیے: معین الحکام، ص ۱۴۵، نقلاً عن رؤیت ہلال لمفتی محمد شفیع، ص ۵۷۔

۲۲۔ دیکھیے: مفتی محمد شفیع صاحب، رؤیت ہلال، ص ۵۷، و رؤیت ہلال رمضان و عید از سید محمد میاں صاحب، ص۹۷۔

۲۳۔ دیکھیے: الکاسانی، بدائع الصنائع ۲/۸۱-۸۲، و رؤیت ہلال رمضان و عید، ص ۹۳۔

۲۴۔ یہاں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ فلکی حسابات غیریقینی ہیں اور بعض مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ چاند کی تخلیق سے پہلے چاند دیکھا گیا، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایسا ہوا ہے تو وہ نادر ہے (ولاحکم للنادر) اور اس میں وہم کا احتمال بہرحال موجود ہے۔

۲۵۔ دیکھیے: ڈاکٹر اعجاز احمد صمدانی، آسان فلکیات، ص ۴۷، ۹۷، مکتبۃ الاسلام، کراچی۔

۲۶۔ دیکھیے: امام قاضی تقی الدین السبکی، کتاب العلم المنشور فی اثبات الشہور، ص ۲۳-۲۸۔

۲۷۔ دیکھیے: دارالعلوم کراچی، فتاویٰ دار العلوم، فتویٰ نمبر ۲۳/۸۶۰، تاریخ ۲۰۰۶/۳/۲۹۔

۲۸۔ دیکھیے: دارالعلوم کراچی، فتاویٰ دار العلوم نمبر ۱۰/۷۴۲۔

۲۹۔ دیکھیے: امام محمد بن الحسن الشیبانی، کتاب الاصل ۱/۱۳۴، طبع الہند ۱۳۹۳ھ، السمرقندی، تحفۃ الفقہاء ۱/۱۸۸، دارالفکر دمشق، ابن عابدین، الدرالمختار، طبع الحلبی ۱۳۸۶ھ۔

۳۰۔ دیکھیے: الامام مالک، المدونۃ الکبریٰ (روایۃ سحنون) ۱/۸۹، دارالفکر ۱۴۱۱ھ، الامام ابن عبدالبر، الاستذکار فی مذاہب فقہاء الامصار ۴/۲۶۳، طبع القاہرۃ ۱۳۹۳ھ، الدر دیر، الشرح الصغیر ۱/۴۳۲، ۴۴۲ دارالمعارف مصر ۱۳۹۲ھ، الباجی، المنتقی شرح الموطا ۱/۱۳۷، دارالکتاب العربی، بیروت

۳۱۔ الامام الشافعی، الام ۱/۲۷۸، دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۳ھ، النووی، المجموع فی شرح المہذب ۴/۲۲۲ دارالفکر، دمشق، الشربینی، مغنی المحتاج ۱/۲۳۴ دارالفکر، البغوی، شرح السنۃ ۳/۴۳۷، المکتب الاسلامی ۱۳۹۰ھ۔

۳۲۔ دیکھیے: الامام الشافعی، کتاب الام ۱/۲۷۸۔

۳۳۔ سورۃ التوبہ، الآیۃ ۱۰۷

۳۴۔ ابن العربی، احکام القرآن ۲/۵۸۷، دارالفکر۔

۳۵۔ الباجی: المنتقی ۱/۱۳۷۔

۳۶۔ دیکھیے: ابن حزم، المحلی ۴/۲۳۷، دارالفکر۔

۳۷۔ دیکھیے: ابن مفلح الحنبلی، المبدع شرح المقنع ۲/۴۶، ۴۷، المکتب الاسلامی، بیروت۔

۳۸۔ ابن قدامۃ، المغنی ۳/۲۱۳

۳۹۔ منشور ضمن فتاویہ۔
۴۰۔ دیکھیے: الام الشاطبی، الموافقات ۱۷۷/۵، ۱۷۸، دار ابن عفان ۱۴۱۷ھ۔
۴۱۔ دیکھیے: الامام ابن القیم، اعلام الموقعین ۱۳۶/۳، دارالجیل، بیروت۔
۴۲۔ ایضاً، ۱۴۵/۳۔
۴۳۔ دیکھیے: الامام ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی ۴۰۵/۲۲، ۴۰۷، طبع المغرب۔